



فہرست

ادب و مزاح

۱. انڈیا یا مرغیاں
۲. انگلش و نگلش
۳. دوستی

سائنس / ٹیکنالوجی

۵. تھر کا پاکستان

معاشرہ اور ثقافت

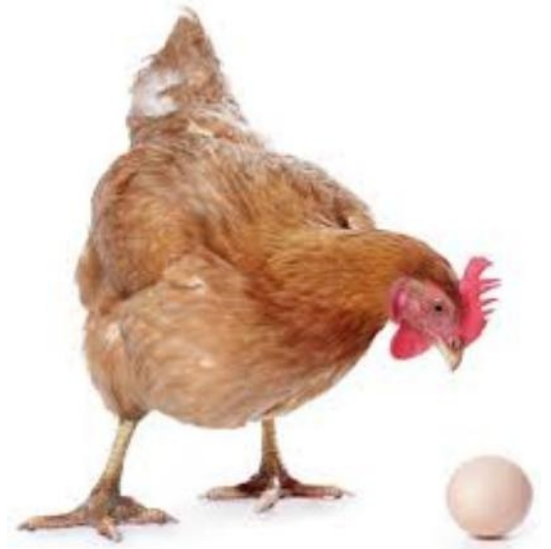
۷. بہتر گھر
۹. پاکستان زندہ باد
۱۰. کاروباری راز

کے خان ---- ہم نے عزت کا فالودہ ہوتے دیکھا تو جٹ سے بولے ---- آپ ہی کائنات کے راز سے پردہ اٹھا دی جائے ---- وہ بولے --- مرغی کی ٹانگیں اس لیے ساز میں کم ہوتی ہیں کہ کہیں انڈا زیادہ بلندی سے گر کر ٹوٹ نہ جائے۔

انڈا یا مرغیاں مصنف: علی

انسان کی بہت سی پہچان ہیں - جن سے وہ پہچانا جا سکتا ہے۔ جیسے اخلاق، تربیت، تعلیم، اس کی نشت و بر خاست، بول چال، ان ہی نشانیوں میں سے ایک آپ کے دوست بھی آپ کی شناخت ہوتے ہیں اب جیسے دوست ہو گئے ویسی آپ کی شخصیت کو شناخت ملے گی۔ مثال کے طور پر اگر آپ کے دوست لکھاری ہوں تو لوگ آپ کو بھی لکھاری سمجھیں گے۔ اگر دوست شکاری ہوں تو آپ کو لوگ شکاری ہی سمجھیں گے۔ بھلے سے آپ نے کبھی مکھی بھی نہ ماری ہو۔۔۔۔۔ بات کو مختصر کرتے ہیں۔ ہمارے دوست ایسے ہیں کہ ہم نے ان کی شان میں آرٹیکل لکھا تھا جس کا ٹائٹل تھا - مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ۔۔۔۔۔ اب آں کو ڈنگی چھو نہ سمجھ لیجئے گا۔ کیونکہ ڈنگی ہمارے دوستوں کے سامنے کچھ نہیں --- ایک دفعہ کالو کے ابا جو کے ہمارے دور پار کے دوست ہے - کیونکہ ان کے نزدیک مسٹر کالو کے ابا آنا پسند نہیں فرماتی کالو کے ابا کو ڈنگی نے کاٹ لیا۔۔۔۔۔ چھوڑ کو۔۔۔۔۔

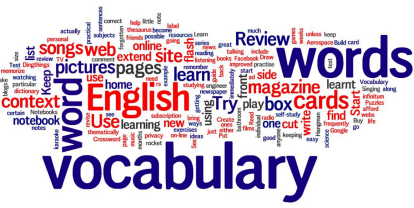
point blood platelets red cells کے چھڑانے پڑ گئے -- ایک دفعہ ہمارے دوست حکیم جلیبی خان اپنی اینٹیم بم نما بیوی سے لڑ کے گھر سے نکلے ہی تھے کہ ان کے سر رالی کتے نے ان کو کاٹ لیا -- بچارے کو چودہ انجیکشن لگائے ---- جی چودہ گھر کتے کو۔۔۔۔۔ ان کا سالا جس کا وہ کتا تھا۔ مڈیکل بل ہاتھ میں لیے حکیم صاحب کے پیچھے گھومتا رہا۔۔۔ کہ چونکے آپ نے کتے کے دم پر پاؤں رکھا تھا۔۔۔ اس لیے ٹیکوں کا بل آپ کو دینا ہوگا۔۔۔ ہم نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو -- آپ حکیم سے واقف نہیں ہو۔۔۔۔۔ وہ بولے ہماری بہن کی مایوں کے ملن ہیں ہم نہیں چلتے ہو گے۔۔۔ ان کے سالے یہ ڈائلاگ اس ادا سے کہا - ہاتھ اور ٹکا ہیں پوری کے پوری اس طرح گھمائیں کے امرو جان کی روح بھی شرمائی ہوگی - ہم نے وثوق سے کہا۔۔۔ بالک بھی نہیں -- ہم نے ان سے پوچھا آپ کے بہنوئی کے کتنے بچے ہیں وہ بولے چار -- ہم بولے --- سب سے بڑے۔۔۔۔۔ وہ بولے آٹھ سال کے۔۔۔ ہم بولے آج تک اس کی پیدائش کا بل لیے ہسپتال والے گھوم رہے ہیں ہر دفعہ یہ بول کے ٹال دیتا ہے اگلی باری پر۔۔۔۔۔ اگلا پچھلا سب چکنا کر دوٹکا۔۔۔۔۔



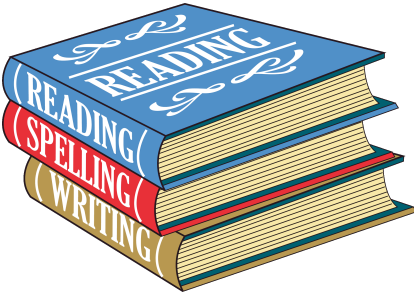
ایک دن ہمارے دوست ہیں فاروق نفیس ہم سے بولے خان صاحب مرغی کے ٹانگیں کیوں چھوٹی ہوتی ہیں۔۔۔ ہم بولے --- قدرت کے کام۔۔۔۔۔ وہ بولے ---- ہونا خان

انگلش و انگلش

مصنف: علی



ایسے میں انگریزی کو سب کے لیے قابل قبول بنانے کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی تھی، اردو کا حل تو ”رومن اردو“ کی شکل میں بہت پہلے نکل آیا تھا، اب انگریزی کی مشکل بھی حل ہو گئی ہے۔ اب جو جتنی غلط انگریزی لکھتے ہیں اتنا ہی عالم فاضل خیال کیا جاتا ہے، اگر آپ کو کسی دوست کی طرف سے میج آئے اور اُس میں That کی بجائے Dat لکھا ہو تو یہودہ سا قبچہہ لگانے کی بجائے ایک لمحے میں سمجھ جائیں کہ آپ کا دوست ایک ذہین اور دنیا دار شخص ہے جو جدید انگریزی کے تمام تر لوازمات سے واقف ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید انگریزی میں اردو اور پنجابی کا تزکا ہمارے ہاں ہی لگایا جاتا ہے لیکن میرا خیال غلط ثابت ہوا، سعودیہ میں مقیم میرا بھانجا بتا رہا تھا کہ یہاں کے عربی بھی انگریزی کا شوق پورا کر رہے ہوں تو جہاں جہاں انگریزی آنکھیں دکھاتی ہے وہاں یہ عربی کا لفظ ڈال لیتے ہیں، مثلاً اگر انگریزی میں کہنا ہو کہ یہ میرا گھر ہے تو بڑے آرام سے کہہ جاتے ہیں ”ہذا مائی ہوم“۔



انگریزی اتنی آسان ہو گئی ہے لیکن بڑے دکھ کے ساتھ بتانا پڑ رہا ہے کہ یہ آسان انگریزی صرف ہماری عام زندگیوں میں ہی قابل قبول ہے، انگریزی کا مضمون پاس کرنے کے لیے تاحال اسی جناتی انگریزی کی ضرورت ہے جو خود انگریزوں کو بھی نہیں آتی۔ پتا نہیں آج کل کی رنگ بدلتی انگریزی میں اب پرانی انگریزی کی کیا ضرورت رہ گئی ہے؟ پہلے کبھی لگتا تھا کہ ساری دنیا میں انگریزی کی اشد ضرورت ہے، دنیا سے رابطے کے لیے انگریزی بولنا اور لکھنا بہت ضروری ہے، لیکن اب تو لگتا ہے عالمی رابطے کے لیے کوئی نئی زبان ہی وجود میں آرہی ہے، یہ زبان کسی نے نہیں بنائی، نہ اس کے کوئی قواعد ہیں، بس یہ خود بخود بن گئی ہے اور لگ رہا ہے کہ کچھ عرصے تک باقاعدہ ایک شکل اختیار کر جائے گی، یہ زبان سب سمجھ سکتے ہیں، لکھ سکتے ہیں لیکن شاید بول کبھی نہیں سیکھیں گے کیونکہ یہ

اس مختصر انگریزی میں بھی ایسی ایسی مشکلات آن پڑی ہیں کہ کئی دفعہ جملہ سمجھنے کے لیے استعارہ کرنا پڑتا ہے۔ ابھی کل مجھے ایک دوست کا میج آیا، لکھا تھا ”U r inv in bk crmy“ میں نے حیرت سے میج کو پڑھا، اللہ جانتا ہے تین چار دفعہ مجھے شک گذرا کہ اُس نے مجھے کوئی گندی سی کالی لکھی ہے، دل مطمئن نہ ہوا تو ایسی ہی انگلش لکھنے اور سمجھنے کے ماہر ایک اور دوست سے رابطہ کیا، اُس مرد مجاہد نے ایک سینڈ میں ٹرانسلیشن کر دی کہ لکھا ہے You are invited in book's ceremony!!!۔

انگریزی سے نمٹنے کا ایک اور اچھا طریقہ میرے ہمسائے شاکر صاحب نے نکالا ہے، جہاں جہاں انہیں انگریزی نہیں آتی وہاں وہ اطمینان سے اردو ڈال لیتے ہیں۔ مثلاً اگر کھانا کھاتے ہوئے انہیں کسی کا میج آجائے تو جواب میں لکھ بھیجیے ہیں ”پلیز اس ٹائم ٹاٹ ڈسٹرب، آئی ایم کھانا کھانینگ“۔ ایک دفعہ موصوف کو فیس بک پر ایک لڑکی پسند آگئی، فوراً لکھا ”آئی وائنٹ ٹو شادی وڈ یو۔۔۔ آؤ یو راضی؟“۔ لڑکی کا جواب آیا ”ہاں آئی ایم راضی، بٹ پہلے ٹرائی نو راضی میرا بیو تے بے بے“۔ آج کل یہ دونوں میاں بیوی ہیں اور اکثر اسی انگریزی میں لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، تاہم اب وہ درمیان میں اردو کی بجائے پنجابی بولتے ہیں اور ایک جملہ بار بارہراتے ہیں ”آئی سیڈ کھصماں نوں کھا، یو سارا خاندان از چول“۔

انگریزی کے بدلنے ہوئے رنگ صرف یہیں تک محدود نہیں، اب تو کوئی صحیح انگلش میں جملہ لکھ جائے تو اُس کی ذہنی حالت پر شک ہونے لگتا ہے، ماڈرن ہونے کے لیے انگریزی کا بیڑا فرق کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے، میں تو کہتا ہوں انگریزی کی صرف ٹانگ ہی نہیں، دانت بھی توڑ دینے چاہئیں، اس بد بخت نے ساری زندگی ہمیں خون کے آنسو رلایا ہے۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق اب انگریزی لکھنے کے لیے گرامر اور Tenses بھی غیر ضروری ہو گئے ہیں۔ یعنی اگر کسی کو کہنا ہو کہ ”میں تمہارا منتظر ہوں، تم کب تک آؤ گے؟“، تو بڑی آسانی سے اسے چٹکیوں میں یوں لکھا جاسکتا ہے m wtg u cm whn!!!۔

دنیا مختصر سے مختصر ہوتی جا رہی ہے، کمپیوٹر ڈیسک ٹاپ سے لیپ ٹاپ اور اب آئی پیڈ میں سا چکے ہیں، موٹے موٹے ٹی وی اب سمارٹ ایل سی ڈی کی شکل میں آگئے ہیں، ونڈو اے سی کی جگہ سپلٹ اے سی نے لے لی ہے، انٹرنیٹ ایک چھوٹی سی USB میں سٹ چکا ہے

مجھے بچپن سے ہی انگریزی میں فیل ہونے کا شوق تھا لہذا میں نے ہر کلاس میں اپنے شوق کا خاص خیال رکھا۔ ویسے تو مجھے انگریزی کوئی خاص مشکل زبان نہیں لگتی تھی، بس ذرا سپیلنگ، گرامر اور Tenses نہیں آتے تھے۔ مجھے یاد ہے جو ٹیچر ہمیں کلاس میں انگریزی پڑھایا کرتے تھے وہ بھی کاٹھے انگریز ہی تھے، دو سال تک ”سی۔۔۔ یو۔۔۔ پی۔۔۔ سپ“ پڑھاتے رہے، مشین کو ”مچھن“ اور نالچ کو ”ننالچ“ کہتے رہے۔ ایسی تعلیم کے بعد میری انگریزی میں اور بھی نکھار آگیا، مجھے یاد ہے میٹرک کے داخلہ فارم میں جب ایک کالم میں ”Sex“ لکھا ہوا تھا تو میں کافی دیر تک شرماتے ہوئے سوچتا رہا کہ ایک لائن میں اتنی لمبی تفصیل کیسے لکھوں؟؟؟ فارم کے پہلے کالم میں اپنا نام انگریزی میں لکھنا تھا لیکن انگریزی سے نااہل ہونے کی وجہ سے مجھے یہ نام لکھنے کے لیے اسلام آباد کا سفر کرنا پڑا کیونکہ فارم پر لکھا ہوا تھا ”Fill in capital“۔ انگریزی فمیلیں دیکھتے ہوئے بھی مجھے کہانی تو سمجھ آ جاتی تھی، سنووری پلے نہیں پڑتی تھی۔ سکس ملین ڈالر مین، نانٹ رائڈر، چپیں، انیر وولف اور کوجیک جیسی مشہور زمانہ فمیلیں میں نے صرف اور صرف اپنی ذہانت سے سمجھیں اور انجوائے کیں۔



آج سے کچھ سال پہلے تک مجھے یقین ہو چکا تھا کہ میں فارسی، عربی، پشتو اور اشاروں کی زبان تو سیکھ سکتا ہوں لیکن انگریزی نہیں، لیکن اب جو حالات چل رہے ہیں اُن کو مد نظر رکھ کر میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یا تو مجھے انگریزی آگئی ہے، یا سب کو بھول گئی ہے۔ کچھ بھی ہو، میری خوشی کی انتہا نہیں، اب سارے سپیلنگ بدل گئے ہیں اور دو تین لفظوں میں سا گئے ہیں۔ اب Coming لکھنا ہو تو صرف cmg سے کام چل جاتا ہے۔ گرل فرینڈ GF ہو گئی ہے اور فیس بک FB بن گئی ہے۔ اب کوئی انگریزی کا لمبا لفظ لکھنا ہو تو اُس سے پہلے کے چند الفاظ لکھ کر ہی ساری بات کہی جاسکتی ہے، میں نے ساڑھے تین سال کی ”فیوژن ہاشقت“ کے بعد unfortunately کے سپیلنگ یاد کیے تھے، آج کل صرف Unfort سے کام چل جاتا ہے یعنی جہاں سے مشکل سپیلنگ شروع وہیں پہ ختم۔ بات یہاں تک رہتی تو ٹھیک تھا لیکن اب تو

”شارٹ پیئر“ کی وہ قسم ہے جو کسی کالج یا انسٹی ٹیوٹ میں نہیں پڑھائی جاتی۔ اس زبان میں خوبیاں تو بہت ہیں لیکن ایک کی ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی، یہ جذبات سے عاری زبان ہے، یہ چند لفظوں میں دو ٹوک بات کرنے کی عادی ہے، اس زبان میں کسی کی موت پر v sad لکھ دینا ہی کافی سمجھا جاتا ہے، یہ محبتوں اور احساسات سے محروم زبان ہے۔ میں یہ زبان کچھ کچھ سیکھ چکا ہوں، لیکن استعمال کرنے سے گھبراتا ہوں، پتا نہیں کیوں مجھے لگتا ہے اگر میں نے بھی یہ زبان شروع کر دی تو مجھ میں اور روبوٹ میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا۔

دوستی مصنف: علی



تھر کا پاکستان مصنف: علی



تھر کی تپتی، پیاسی سر زمین جہاں کے باسی صدیوں سے بھوک اور پیاس کے ننگے ناچ پر مجبور اُمید و ناامیدی کے چراغ جلائے نہ جانے کس کی آس پر سانسوں کی ڈور کو تھامے بیٹے جا رہے ہیں۔ ڈھانچے نما جسم، دھنسی ہوئی آنکھیں، سوکھی زبانیں، خالی پیٹ اور ضرورتوں کو ترستی روحوں۔ یہ ہے تھر کی وہ مخلوق جسے تھری کہا جاتا ہے۔ اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھے پتھر کے بتوں میں آخر کار کچھ جنبش کے آثار ہیں۔ شاید ان بتوں نے صدائے ابراہیم سُن لی ہے اور اپنے انجام کی ہوا کے گرم اور ٹھنڈا سینے والے جھوکوں کو محسوس کر لیا ہے۔



ایسا کیا ہے جو اس دھرتی میں نہیں ہے۔ قدرتی وسائل سے مالا مال اور مصنوعی مسائل کے انبار سے لدی اس سر زمین پاک کی کوئی مثال نہیں۔ پنجاب کی زرعی زمینیں ہوں یا خیبر پختونخواہ کے خوش نما اور دلفریب سیاحتی مقامات ہوں۔ بلوچستان کے معدنی وسائل کی بات کریں یا سندھ کے کوئلے کا ذکر کریں۔ سندھ کی مٹی کچھ الگ ہی تاثیر لیے ہوئے ہے۔ اس کی مثال کسی ہوٹل کے ایک پلیٹر (PLATTER) (کی سی ہے جس میں ہوٹل کے تمام سائمن موجود ہوتے ہیں۔ سندھ کی دھرتی کے ساتھ کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ یہاں زرعی زمینیں بھی ہیں تو معدنی وسائل بھی، سیاحتی مقامات سے صحراؤں ریگستان اور سمندر سے دریا اللہ تعالیٰ کے انعامات کی صورت موجود ہیں۔ فقدان ہے تو بس نیت کا۔ خدا خدا کر کے کُفر ٹوٹا کے مصداق سندھ گو رمنٹ نیند سے بیدار ہوئی۔ صحرائے تھر کے عظیم و شان کوئلے کے ذخائر کو استعمال میں لانے کے لیے سندھ حکومت حرکت میں آچکی ہے۔

سندھ کے کوئلے کے حوالے سے متضاد بیانات اور آراء سننے کو ملتی ہیں لیکن وہاں کے جاری ترقیاتی کاموں کا معنی شاید ہونے کے بعد خوشی ہے کے دیر سے ہی سہی صُبح ہونے کو ہے۔

گزشتہ دنوں "پاکستان وومین میڈیا کونسل ایوشن" کی صدر "حمیرا مٹالا" اور جزل سیکرٹری "فرزانہ" کی جانب سے "تھر کول پاور پراجیکٹ" کے جاری ترقیاتی کام کے جائزے کے لیے دعوت نامہ موصول ہوا۔ مجموعی طور پر اینگرو کمپنی کے میڈیا منیجر "محسن بابر" اس تمام کاروائی کے روح رواں تھے۔ کراچی پریس کلب سے علی الصبح روانگی تھی۔ اس کارواں میں متعدد صحافی موجود تھے جن میں نمایاں

حب پریس کلب کے صدر اور روزنامہ "بولان" کے چیف ایڈیٹر "نہد الیاس کبیرہ" جنگ اخبار لندن ڈیپک کے "شش واحد" ایکسپریس کی رپورٹر صبا و دیگر شامل تھے۔

7 سے 8 گھنٹے کے سفر کے بعد ہم تھر پہنچے۔ محسن بابر نے ہمیں خوش آمدید کہا۔

دورانِ بریفنگ ہمیں بتایا گیا کہ اس منصوبے پر دو کمپنیاں "سندھ اینگرو کول مائن"

(SECMC) اور "اینگرو پاور تھر لیمٹڈ" (EPTL) کام کر رہی ہیں۔ اس منصوبے کو بنیادی طور پر سندھ حکومت تعاون کر رہی ہے۔ دیگر تعاون کار کمپنیوں میں "اینگرو"

(ENGRO) "ہیکو" (HUBCO) "سی میک (CMEC) "ایچ بی ایل" (HBL) اور "لیبرٹی"

(LIBERTY) شامل ہیں۔ سندھ حکومت 50 فی صد شیئرز کی مالک ہے جس نے نہ صرف اینگرو کو زمین خرید کر دی بلکہ نہایت خوبصورت اور بہترین سڑک بنا کر دی۔ آئیے ایک نظر اس منصوبے پر ڈالتے ہیں کہ یہ ہے کیا اور اس سے کیا نتائج حاصل ہوں گے۔

بریڈیئر طارق (ر) نے ہمیں بتایا کہ بنیادی طور پر اس منصوبے کا مقصد بجلی کی پیداوار ہے۔ ان کے بقول تھر کے کوئلے کے ذخائر دنیا کا ساتواں بڑا ذخیرہ ہے۔ جس سے مجموعی طور پر ایک لاکھ میگا واٹ بجلی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس منصوبے سے پیدا ہونے والی بجلی اگلے پانچ سو سال کے لیے کافی ہے۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ تھر کے کوئلے کے

متعلق یہ افواہ کے یہ استعمال کے قابل نہیں ہے۔ بنیاد ہے۔ ان کے بقول ڈاکٹر "شر مند مبارک" کا منصوبہ اس لیے کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکا کہ وہ گیس فیکیشن (gasification) کے عمل کے ذریعے سے بجلی کی پیداوار چاہتے تھے جو اس لیے ممکن نہ تھا کہ ہمارے کوئلے میں نمی (moisture) کا تناسب زیادہ ہے۔ جبکہ ہم اس کوئلے کو زمین سے باہر نکال کر استعمال کریں گے۔ انھیں تکنیکی زبان میں اوپن پٹ مائن (open pit mines) کہتے ہیں۔ اس طریقہ کار میں کوئلہ نہ صرف قابل استعمال ہو گا بلکہ یہ پانی جو نمی کی صورت موجود ہے اللہ پاک کی ایک نعمت ہے اسے پاور پلانٹ کی چمکیوں (stak) کو ٹھنڈا کرنے میں استعمال کیا جائے گا۔ تھر کوئلے کی مزید خصوصیات کو وضع کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ عالمی طور پر کوئلے کی درجہ بندی کچھ اس طرح سے کی جاتی ہے جس پر ہمارا کوئلہ پورا آتا ہے۔

عالمی معیارات پاکستان کوئلہ

درجہ حرارت (2747-1911 heating value) ----

سلفر (0.4-0.2 1.07 sulphur)

نمی (52-48 49 moisture)

سٹرپنگ ریشو (6.3 6.72 stripping ratio)

راکھ (2.5 7.8 ash)

درج بالا حقائق کے تناظر میں پاکستانی کوئلہ استعمال کے لیے موزوں ہے۔ مختلف جگہوں پر چائینیز (Chinese) کام کرتے نظر آئے جس کی وجہ بریڈیئر طارق (ر) اس منصوبے کو سی پیک (CPEC) کا حصہ بننا بتایا۔ اس منصوبے پر نہایت تیزی سے کام جاری ہے۔ جون 2015ء تک اسے مکمل کر لیا جائے گا اور 660 میگا واٹ نیشنل گرڈ میں شامل کر دیئے جائیں گے۔ ابتدا کی طور پر اسکی پیداوار کو 4000 میگا واٹ تک لے جایا جائے گا۔ بعد ازاں اسکی پیداوار میں بتدریج اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس منصوبے کا تخمینہ سودا دو سو ارب روپے رکھا گیا ہے۔

اب ہم سب کے ذہن میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا ایک ایسا منصوبہ جو پاکستان کی ترقی کا رخ بدل دے گا وہ اس علاقے (تھر) کے لیے کس طرح فائدہ مند ہو گا؟ وہ تھر جو ہمیشہ نظر انداز کیا گیا اس منصوبے کے ثمرات سے کیسے مستفید ہو گا؟

اس سوال کے جواب میں سی ایس آر (CSR) شعبے کے صدر، صدر الدین جتوئی نے ہمیں تفصیلات سے آگاہ کیا کہ تھر باسیوں کے لیے "تھر خوشحال پروگرام" متعارف کرایا گیا ہے۔ مجموعی طور پر تھر کول 13 بلاکس میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس وقت بلاک 2 میں کام جاری ہے۔ بلاک 2 میں 8 گاؤں اور کچھ دھانیاں ہیں۔ (50 سے کم گھروں پہ مشتمل آبادی کو دھانی کہا جاتا ہے)۔ اس منصوبے کا سب سے اہم اور مشکل کام اس بلاک میں موجود دو گاؤں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل

کرنا تھا۔ لوگ اپنا آبائی گھر چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔ اس مقصد کے لیے اینگرو نے انھیں ماڈل گھر بنا کر دکھایا۔

صحت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے بتایا گیا کہ "ماروی مدر اینڈ چائلڈ"

1100 گز پر ایک خاندان کو جدید خطوط پر استوار گھر بنا کر دیا جائے گا۔ اس گھر میں تین کمرے، ایک بیٹھک، مویشی رکھنے کی جگہ اور "چورا" بنا کر دیا جائے گا۔ "چورا" تھر کے رہائشیوں کی ثقافت کا ایک اہم جز ہے اور ان کی خواہش پر اسے شامل کیا گیا ہے۔ ان گھروں کو دو کمیونٹی میں تقسیم کیا جائے گا۔ مسلم اور ہندو۔ ان کمیونٹی میں تمام سہولیات میسر ہوں گی جس میں مسجد، مندر، اسکول، ہسپتال، جانوروں کا ہسپتال، خریداری بازار وغیرہ شامل ہیں۔ قابل تعریف بات یہ ہے کہ اس گھر کے نقشے میں خواتین کی رائے کو خاص اہمیت دی گئی ہے نیز یہ گھر خواتین کی ملکیت ہوں گے۔ اس گھر کی لاگت 15 سے 17 لاکھ کے درمیان ہو گی۔

تعلیم کے حوالے سے ہمیں بتایا گیا کہ اینگرو نے "مہران انجینئرنگ یونیورسٹی" کے تعاون سے مائنگ اسکالر شپ پروگرام شروع کیا ہے جس میں صرف تھری نو جوانوں کو داخلہ دیا جائے گا۔ ٹیکنیکل ایجوکیشن کے حوالے سے بھی کئی پروگرام اس منصوبے کا حصہ ہیں۔ جس کے تحت مختلف ٹریڈ میں تھری نو جوانوں کو تربیت دی جائے گی۔ ان میں

تکنیکی لحاظ سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ 100 میٹر کی اونچائی سے بلند آلودگی کے عناصر پنپ نہیں پاتے یہ ہی وجہ ہے کہ عالمی معیار کے مطابق اس طرح کے پراجیکٹ کی چھٹیاں 120 میٹر تک کی اونچائی پر ہوتی ہیں۔ ہم نے اس پراجیکٹ میں چھٹیوں کو 180 میٹر تک اٹھا یا ہے تاکہ کسی قسم کا سُقم نہ رہے۔

مختصراً یہ کہ ہمارے تمام سوالوں کے جوابات تسلی بخش تھے۔ کافی سارے خدشات کے باوجود عام پاکستانی کی حیثیت سے دل سے یہ ہی دعا ہے کہ جس جانفشانی اور تہدی سے لوگ کام کر رہے ہیں کرتے رہیں اور پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن رہے۔

پائپنگ (PIPING)، پلمبرنگ (PLUMBRING)، شٹرنگ (SHUTTRING)، سکافلڈنگ (SCAFFOLDING) وغیرہ جیسے پر مجبور ہیں ان کے لیے یہ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھے گا۔ یقیناً آنے والے ادوار میں تھرا انشاء اللہ تعالیٰ اتنی ترقی کر جائے گا کہ دُنیا میں پاکستان کی پہچان بنے گا اور لوگ پاکستان کو تھر کی نسبت جانیں گے کہ یہ ہے تھر کا پاکستان.....

ٹرانسپورٹ اس منصوبے کا بنیادی عنصر ہے۔ اس حوالے سے ڈرائیونگ کی خصوصی تربیت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ تھری مرد و خواتین جنھیں ڈرائیونگ آتی ہے انھیں نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA) سے تربیت دلوائی گئی ہے جو اب اس منصوبے پر باقاعدہ ڈرائیور کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ کم سے کم تنخواہ 25 ہزار مقرر کی گئی ہے۔ اس پروگرام کے تحت 37 خواتین ٹرک چلانے کی تربیت لے رہی ہیں۔



ایک شخص نے بہتر گھر خریدنے کیلئے اپنا پہلے والا گھر بیچنا چاہا۔
اس مقصد کیلئے وہ اپنے ایک ایسے دوست کے پاس گیا جو جائیداد کی خرید و فروخت میں اچھی شہرت رکھتا تھا۔
اس شخص نے اپنے دوست کو مدعا سنانے کے بعد کہا کہ وہ اس کے لئے گھر برائے فروخت کا ایک اشتہار لکھ دے۔
اس کا دوست اس گھر کو بہت ہی اچھی طرح سے جانتا تھا۔ اشتہار کی تحریر میں اس نے گھر کے محل وقوع، رقبے، ڈیزائن، تعمیراتی مواد، باغیچے، سوئنگ پول سمیت ہر خوبی کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔
اعلان مکمل ہونے پر اس نے اپنے دوست کو یہ اشتہار پڑھ کر سنایا تاکہ تحریر پر اسکی رائے لے سکے۔
... اشتہار کی تحریر سن کر اس شخص نے کہا، برائے مہربانی اس اشتہار کو ذرا دوبارہ پڑھنا۔ اور اس کے دوست نے اشتہار دوبارہ پڑھ کر سنا دیا۔
اشتہار کی تحریر کو دوبارہ سن کر یہ شخص تقریباً چیخ ہی پڑا کہ کیا میں ایسے شاندار گھر میں رہتا ہوں؟
اور میں ساری زندگی ایک ایسے گھر کے خواب دیکھتا رہا جس میں کچھ ایسی ہی خوبیاں ہوں۔ مگر یہ کبھی خیال ہی نہیں آیا کہ میں تو رہ ہی ایسے گھر میں رہا ہوں جس کی ایسی خوبیاں تم بیان کر رہے ہو۔ مہربانی کر
کے اس اشتہار کو ضائع کر دو، میرا گھر بکاؤ ہی نہیں ہے۔
ایک بہت پرانی کہاوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نعمتیں تمہیں دی ہیں ان کو ایک کاغذ پر لکھنا شروع کر دو، یقیناً اس لکھائی کے بعد تمہاری زندگی اور زیادہ خوش و خرم ہو جائے گی۔
اصل میں ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا ہی بھلائے بیٹھے ہیں کیوں کہ جو کچھ برکتیں اور نعمتیں ہم پر برس رہی ہیں ہم ان کو گننا ہی نہیں چاہتے۔



ہم تو صرف اپنی گنی چنی چند پریشانیاں یا کسی اور کوتاہیاں دیکھتے ہیں اور برکتوں اور نعمتوں کو بھول جاتے ہیں۔
کسی نے کہا: ہم شکوہ کرتے ہیں کہ اللہ نے پھولوں کے نیچے کانٹے لگا دیئے ہیں۔ ہونا یوں چلیئے تھا کہ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے کانٹوں کے اوپر بھی پھول اگا دیئے ہیں۔
ایک اور نے کہا: میں اپنے ننگے پیروں کو دیکھ کر کڑھتا رہا، پھر ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے پاؤں ہی نہیں تھے تو شکر کے ساتھ اللہ کے سامنے سجدے میں گر گیا۔

اب آپ سے سوال

کتنے ایسے لوگ ہیں جو آپ جیسا گھر، گاڑی، ٹیلیفون، تعلیمی سند، نوکری وغیرہ، وغیرہ کی خواہش کرتے ہیں؟
کتنے ایسے لوگ ہیں جب آپ اپنی گاڑی پر سوار جا رہے ہوتے ہو تو وہ سڑک پر ننگے پاؤں یا پیدل جا رہے ہوتے ہیں؟
کتنے ایسے لوگ ہیں جن کے سر پر چھت نہیں ہوتی جب آپ اپنے گھر میں محفوظ آرام سے سو رہے ہوتے ہیں؟
کتنے ایسے لوگ ہیں جو علم حاصل کرنا چاہتے تھے اور نا کر سکے اور تمہارے پاس تعلیم کی سند موجود ہے؟
کتنے بے روزگار شخص ہیں جو فاقہ کشی کرتے ہیں اور آپ کے پاس ملازمت اور منصب موجود ہے؟
اور وغیرہ وغیرہ ہزاروں باتیں لکھی اور کہی جا سکتی ہیں۔۔۔۔۔

کیا خیال ہے ابھی بھی اللہ کی نعمتوں کے اعتراف اور انکا شکر ادا کرنے کا وقت نہیں آیا کہ ہم کہہ دیں

جذبہ

یا رب لک الحمد کما ینبغی لجلال و جہک و عظیم سلطانتک
اللهم لک الحمد حتی ترضی و لک الحمد إذا رضیت و لک الحمد بعد الرضا

بھائی ہیں ہر وقت ایک ساتھ ہیں دشمن کے سامنے سیدہ پلائی دیوار ہیں ایک لفظ تک سننے اور برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں جس سے میرے پاک وطن پر کوئی آج آئے انشاء اللہ ہمارے وطن میں خوشیاں لوٹ آئیں ہیں اور جلد پاکستان سپر لیگ سمیت انٹرنیشنل کرکٹ پاکستان میں ہوا کرے گی اور اسی طرح ہماری قوم خوشیوں سے لطف اندوز ہوتی رہے گی ایک بار پھر سے پاکستانی قوم کے حوصلوں اور جذبوں سمیت تمام غیر ملکی کھلاڑیوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جو ہماری سرزمین پر محبتیں بکھیرنے آئے قدافی سٹیڈیم سمیت ملک بھر میں فائنل میچ کو پوری قوم نے مختلف طریقوں سے انجوائے کیا اللہ پاک ہمیں اور ہماری قوم کو اسی طرح خوش و خرم رکھے اور بھائی چارے اور بہیزگاری پر قائم رکھے ہمارے پیارے وطن کو ترقی و خوشحالی جیسی نعمتوں سے مزید شاد فرمائے۔ آمین (پاکستان زندہ باد)



پاکستان زندہ باد

مصنف: علی



دل جھوم اٹھا جب میں نے اپنی غم زدہ قوم کی آنکھوں میں خوشی کی چمک کو محسوس کیا اتوار کا پورا دن اور اس دن کو ملنے والی خوشی سے لطف اندوز ہونے کے لیے پوری کی پوری قوم لاہور چلی آئی ایسے محسوس ہوا جیسے ہماری خوشیاں لوٹ آئیں ہمارے آنسو خشک ہو گئے کھیل کے میدان پھر سے آباد ہو گئے پوری قوم کی زبان پر پاکستان زندہ باد کا نعرہ تھا اور ہر کوئی جھوم رہا تھا نغموں اور ترانوں کی دھن ایسے مست کیے جارہی تھی جیسے کبھی تکلیف کا ایک پل بھی ہمارے قریب نہ آیا ہو میرے پیارے دوستو سپر لیگ کا فائنل پاکستان میں کروانے کا فیصلہ مشکل ضرور تھا لیکن احسن فیصلہ تھا جس کا خیر مقدم پوری قوم نے کیا میں حکومت پاکستان، افواج پاکستان سمیت تمام سیکورٹی اداروں کو سیلوٹ پیش کرتا ہوں جن کی دن رات محنت و مشقت کی وجہ سے پاکستان میں پھر سے امن و سلامتی کی شمع روشن ہوئی اور پاکستان سپر لیگ کا فائنل پاکستان کی سر زمین اور داتا کی نگری میں کامیابی سے اختتام کو پہنچا اور ہمارے لیڈروں اور ہماری قوم نے پوری دنیا کو ثابت کر کے دیکھا دیا کہ پاکستان ایک پر امن ملک ہے اور ہم نے دہشت گروں کو شکست سے دوچار کر دیا ہے پیارے دوستو آپ کو بھی یاد ہو گا کہ جب سری لنکن ٹیم مہمان بن کر ہمارے گھر آئی تو دشمن عناصر نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ان پر حملہ کر دیا وہ حملہ ہماری ترقی و خوشحالی اور ہماری خوشیوں پر کیا گیا تھا دشمن کی سوچ تھی کہ اس حملے کے بعد ہمارے کھیل کے میدان اور ہمارا جنون دونوں دفن ہو جائیں گے ہم جینے کے قابل بھی نہیں رہیں گے کھیل کے میدان میں ہم تنہائی کا شکار ہو جائیں گے لیکن بزدل اور نا سمجھ دشمن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی سازش سے ہمارے ہوصلے پست نہیں ہوں گے ہمارا جنون دم نہیں توڑے گا بلکہ سر پر سوار ہو جائے گا ہمارے کھیل کے میدان ویران نہیں شاد آباد ہو جائیں گے جیسے ہی سپر لیگ کے فائنل کا اعلان کیا گیا کہ پاکستان کی سرزمین پر ہوگا تو دشمن پھر سے حرکت میں آگیا ہمارے سکون کو تباہ کرنے کے لیے اور دنیا کو یہ ثابت کرنے کے لیے کہ پاکستان ایک بد امن ملک ہے اس میں کسی کی جان و مال کی حفاظت ممکن نہیں دشمن نے لاہور، سہون شریف سمیت کئی جگہ اپنی بزدلانہ حرکتیں کیں لیکن میں سمجھتا ہوں یہی وہ وقت تھا دہشت گردوں اور ملکی عناصر کے سامنے اپنی قوت کا لوہا منوایا جائے اور دنیا کو ثابت کر کے دیکھائیں کہ پاکستان امن کا گہوارہ ہے اور اس میں بسنے والی قوم کے حوصلے بلند ہیں اور دہشت گردوں کی سازشوں کا تابوت ہم نکال چکے ہیں اور ان سازشی عناصر کے منہ پر طمانچہ مارنا ضروری تھا جو پاکستان کو دنیا کے نقشے سے ختم کرنا چاہتے ہیں اور اپنی ٹیشن گوہیاں کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کے جلد ٹکڑے کر دیئے جائیں گے ساری دنیا نے دیکھا کہ پاکستان نے اپنے وعدے کے مطابق پاکستان سپر لیگ کا فائنل اپنی سر زمین پر کروایا اور سازشی عناصر کے عزائم خاک میں ملا دیئے اور ثابت کر کے دیکھا دیا پوری قوم متحد ہے اپنے وطن کی حفاظت، ترقی و خوشحالی کے لیے اس میں بسنے والے سندھی، بلوچی، پنجابی، پنجابی یا اور کوئی کچھ نہیں بلکہ صرف پاکستانی ہیں اور بھائی



کاروباری راز مصنف: علی

اس دوکان سے مجھے میڈیسن خریدتے تیسرا روز تھا، اور میں میڈیکل سٹور والے کی خوش اخلاقی سے کافی متاثر بھی تھا، اسی وجہ سے میں بار بار اسی دوکان والے کے پاس جا رہا تھا۔ ہسپتال میں موجود مریض جس کیلئے ادویات خریدی جا رہی تھیں اب تقریباً صحتیاب ہو رہا تھا۔



ڈاکٹرز نے جو ادویات لکھ کر دی تھیں، ان میں سے کچھ ادویات بچ گئیں تھیں جو کہ فل پیکیڈ اور قابل استعمال تھیں۔ میں نے سوچا یہ ادویات واپس کر دی جائیں۔ جب میں اس ارادے سے میڈیکل سٹور والے کے پاس پہنچا اور اسے ادویات کی واپسی کا بولا تو پہلے تو اس نے میری طرف عجیب نظروں سے دیکھا پھر ایسے رد عمل کا اظہار کیا جیسے میں نے اسے کوئی گالی نکل دی ہو۔ اس نے ادویات واپس لینے سے صاف انکار کر دیا۔ میں حیران رہ گیا کہ جس بندے کے پاس صرف اس کی خوش اخلاقی کی وجہ سے بار بار میں جا رہا تھا اب میرے ساتھ کس طرح کا حسن سلوک کر رہا ہے۔ خیر میں نے زیادہ اصرار کیا تو موصوف کہنے لگے کہ واپسی اس صورت میں ہوگی اگر آپ نقد رقم واپسی کی بجائے کوئی دوسری میڈیسن خریدیں۔ پھر مجبوراً مجھے متبادل کے طور دوسری ادویات خریدنی پڑی، لیکن واپسی پر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ہے تو وہ مسلمان اور باہر بورڈ میں نام میں بھی حاجی لکھا ہوا ہے۔ لیکن مسلمان دیتے وقت اور لیتے وقت اس کے رویے میں فرق کیوں تھا؟ اس رویہ کی وجہ سے میں نے آئندہ کبھی بھی اس سے کچھ نہ خریدنے کا تہیہ کر لیا۔ اس طرح کے واقعات ہو سکتا ہے آپ کے ساتھ بھی رونما ہوئے ہوں، لیکن اس واقعہ کے پیچھے ایک اہم کاروباری راز پوشیدہ ہے جس کو ہمارے بیشتر تاجر اور کاروباری حضرات جانتے ہی نہیں۔

آج کے زمانے میں خریدی ہوئی چیز واپس لے لینا۔ واقعتاً بڑے دل گردے کا کام ہے۔ یہ رویہ یا تو وہ اختیار کرے گا جو یا تو اس عمل پر اخروی ثواب کی امید رکھتا ہو۔ دوسرا وہ جو اس رویے کے در پردہ مالی فوائد کو سمجھ سکے۔ وال مارٹ والے ظاہر ہے گاہک سے چیز ثواب کی نیت سے واپس نہیں لیتے۔ یہ سب کچھ وہ دنیا کے مفادات کی خاطر انتہائی گہری تحقیق کے بعد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے اتنی فراخ دلی جب دکھائی جائے گی تو کچھ لوگ اسے غلط ضرور استعمال کریں گے۔ انہوں نے اس بات پر بھی غور کر رکھا ہے۔ چنانچہ کمرس کے بعد وال مارٹ کے باہر ایک طویل قطار سلمان واپس کرنے والوں کی لگتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کمرس کے لیے جوتے، کپڑے اور ٹائی وغیرہ لے جاتے ہیں اور چند دن استعمال کر کے اس پیشکش کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے واپس کر دیتے ہیں۔ لیکن وال مارٹ میں اسے بھی واپس لے لیا جاتا ہے۔ کیوں؟ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اندازے کے مطابق اس قسم کے لوگ معاشرے میں 3 یا 4 فیصد سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اب اگر ان سے پوچھ گچھ کریں گے تو ہمارے 96 فیصد گاہک متاثر ہوں گے۔ لہذا ہم یہ دھوکا کھانے کے لیے تیار ہیں۔ دیکھیے! ہم جس چیز کو مشکل سمجھ رہے ہیں، وہ مغرب میں "کاروباری راز" کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ پاکستان کے بازاروں میں ایسا کیوں نہیں۔ غالباً اس کی وجہ دینی معلومات کی کمی یا دنیاوی فوائد کے لیے سنجیدہ ریسرچ سے گریز ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ ہمارے ہاں بدعنوانی زیادہ ہونے کی وجہ سے وال مارٹ کی طرح آفر نہیں دی جاسکتی لیکن ضروری تحفظات کے ساتھ اس پر عمل تو ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اس "کاروباری راز" پر سنت نبوی ﷺ سمجھ کر ہی عمل کرنا شروع کر دیں تو یقیناً ثواب کے ساتھ ساتھ کاروبار کو بھی بڑی تیزی سے بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس بارے میں سوچیے گا ضرور!

اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو خرید و فروخت کے معاملہ کو ختم کرنے کو شریعت میں "اقالہ" کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ خریدار خریدی ہوئی چیز دوکان دار کو واپس کر دے اور کاندھ خریدار کی اداکردہ رقم واپس کر دے۔ آپ ﷺ کا قول ہے "جس نے کسی خریدے ہوئے سلمان کو (بلا بحث و مباحثہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے) واپس لے لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ مٹا دیں گے۔" مگر ہم لوگ مسلمان ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں کر پارہے، اور غیر مسلموں نے اس پر عمل کر کے اس اہم "کاروباری راز" کو پا لیا ہے۔ ایک اور واقعہ بیان کرتا ہوں جسے سن کر مجھے لگا جیسے میں کوئی خیر القرون کا قصہ سن رہا ہوں۔ پاکستان میں اکاؤنٹنگ اینڈ فنانس کے ایک صاحب ہیں اپنے ساتھ امریکہ میں پیش آیا واقعہ بتاتے ہیں کہ کپڑا خریدے دو ماہ ہو چکے تھے۔ بیگم نے کھول کر دیکھا تو اسے اپنے معیار کا نہ پایا۔ کہنے لگیں یہ واپس کر آئیں۔ میں نے کہا بھئی دو ماہ ہو چکے۔ اب واپس نہیں ہوگا۔ بیگم صاحبہ نے اپنی اٹلی جنس رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے یقین سے کہا یہاں واپس ہو جاتا ہے۔ میں نے ہتھیار ڈالنے ہوئے کہا اچھا چلو رسید دے دو، میں سوچتا ہوں۔ اہلیہ نے حیرت کا دوسرا جھٹکا دیتے ہوئے کہا رسید بھی گم ہوگئی، لیکن واپس ہو جائے گا۔ میرے لیے یہ بیگم کا نکتہء نظر قابل قبول نہیں تھا۔ میں نے تو پاکستان کی دکانوں پر لکھا دیکھا ہے، خریدی ہوئی چیز واپس یا تبدیل نہیں ہوگی۔ مجھے تو چند منٹ بعد واپس کرنے پر بھی کوئی ایسا واقعہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ دکان دار نے اسی خوش دلی سے چیز واپس لے لی ہو، جس خوش دلی کا مظاہرہ وہ بیچنے کے موقع پر کر رہا تھا۔ خیر! میں نے کہا کہ یہ کام تم ہی کر کے دکھاؤ۔ ہم دونوں وال مارٹ پہنچ گئے۔ کاؤنٹر پر موجود خاتون نے پہلے رسید مانگی۔ پھر مختلف زبانی معلومات کے ذریعے کمپیوٹر سے اس خرید و فروخت کا پتہ لگایا اور مسکراتے ہوئے کہا: "بی ہاں! آپ نے فلاں تاریخ کو یہ کپڑا ہمارے اسٹور سے خریدا تھا۔ آپ تبدیل کروانا چاہیں گے یا کیش؟" میں نے جواب دیا۔ اس خاتون نے مسکراتے ہوئے پوری رقم واپس کر دی اور کہا "Nice Shopping"

